سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سیرت احادیث میں نہ کہ فلم "The Message" میں

مصنف

حضرت علامہ مولانا نسیم احمد صدیقی

ناشر

انجمن ضیاء طیبہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

قارئین محترم! آپ کے علم میں ہے کہ ماضی 1974ء میں بنائی گئی فلم "دی میسج" کے خلاف عالم اسلام نے احتجاج کیا تھا اور پھر فلم کی نمائش پر اکثر اسلامی ممالک میں پابندی لگادی گئی تھی۔ وطن عزیز پاکستان میں بھی اس فلم کی نمائش پر پابندی لگی، وہ ذوالفقار علی بھٹو صاحب کا دور حکومت تھا، جس کے بارے میں ایک عام آدمی بھی یہ عام تبصرہ کردیتا ہے کہ وہ دور حکومت اچھا نہ تھا کیونکہ ذوالفقار علی بھٹو سیکولر ذہن کے مالک تھے، لیکن باوجود اس امر کے متذکرہ فلم کے لیے دینی حلقوں میں احتجاج کو انہوں نے سنجیدگی سے سنا اور سمجھا، اور علماء خصوصاً علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کے پرُ زور مطالبہ پر "دی میسج" کی نمائش پر پابندی لگادی گئی۔ یہاں تک کہ ویڈیو کیسٹ بھی پاکستان میں دستیاب نہیں تھی۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ موجودہ صدر مملکت جناب پرویز مشرف صاحب کے دور اقتدار میں نہ صرف یہ کہ فلم "دی میسج" کی ویڈیو اور سی ڈیز مارکیٹ میں کھلے عام فروخت ہورہی ہیں بلکہ ایک پرائیویٹ چینل "جیو" کے ذریعے اس فلم کی نمائش گھر گھر ہوچکی ہے۔ "جیو" چینل سے فلم کی نمائش کا بار بار اعادہ بھی کیا گیا ہے۔ جبکہ اکثر اسلامی ممالک میں آج بھی اس فلم کی نمائش پر پابندی لگی ہوئی ہے اور جب بھی سیکولر اور لبرل حلقے فلم مذکور کی نمائش کی بات کرتے ہیں تو دینی حلقوں سے صدائے احتجاج بھی بلند ہوتی ہے۔ متذکرہ فلم "دی میسج" میں تاریخی واقعات مسخ کرنے کے مذموم عمل کے علاوہ قابل نفرین عمل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضون اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کردار کو پیش کرنے کے لیے اداکاری کا سہارا لیا گیا ہے۔ سید الشہداء حضرت حمزہ، حضرت بلال، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت سعد بن ابی

وقاص، حضرت ابودجانہ، حضرت ابوسفیان، حضرت ہندہ بنت عتبہ، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عبداللہ بن جبیر، حضرت عبداللہ بن جحش اور دیگر سینکڑوں صحابہ وصحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شخصی عکاسی کی گئی ہے۔ کیا آج کے دور کا کوئی ولی کامل بھی اس قابل ہے کہ متذکرہ افراد کا کردار ادا کرے......؟ اللہ اکبر......! چہ جائیکہ کوئی غیر مسلم اداکاران عظیم شخصیات کا روپ دھارے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ مقام کہ انہیں آقائے کائنات، سید الموجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف حاصل ہے، نتیجتاً اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان پر جہنم کی آگ کو حرام کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسا کوئی اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا تو کیسے کوئی ان کا کردار ادا کرنے کے لیے ان کا روپ اپنا سکتا ہے؟ اور یہ کس قدر غم وغصہ اور حیرت وتعجب کی بات ہے کہ دنیائے نصرانیت و یہودیت سے تعلق رکھنے والے بدکردار اور ملعون اداکاروں نے یہ کردار ادا کیے ہیں۔

نہ جانے فلم بنانے والے اور اس فلم کی نمائش کرنے والے دین اسلام کی کون سی خدمت کررہے ہیں اور عوام الناس کے ذہن میں کیسے سیکولر دین کا تصور بٹھانا چاہتے ہیں۔

صحابہ کرام کا کردار، کسی فلم وڈرامہ کا محتاج نہیں:

ان نفوس قدسیہ کی عظمت وفضیلت میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ کے کلام قرآن مجید میں متعدد آیات بیان ہوئی ہیں۔ جن کا تذکرہ قرآن میں آگیا وہ فانی نہیں باقی ہیں، ان کا کردار زندہ وجاوید ہے وہ اپنے کردار کو متعارف کرانے کے لیے کسی ڈرامہ نگار، فلم ڈائریکٹر اور اداکار کے محتاج نہیں۔ ان مقدس شخصیات کی مدح تو آقائے کائنات ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ اور دیگر شہدائے احد علیہم الرضوان کے سالانہ یوم کی مناسبت سے ان کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے درج ذیل عنوان طے کیا گیا ہے۔

"حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سیرت احادیث میں نہ کہ فلم "دی میسج" میں"

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ:۔

آپ نبی کریم ﷺ کے حقیقی چچا ہیں۔ حضور ﷺ کے جد بزرگوار (دادا) حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے دس بیٹوں میں آٹھویں نمبر پر تھے جبکہ نبی کریم ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دسویں نمبر پر تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔

مشرف بہ اسلام ہونے کے واقعہ میں انفرادیت:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مکان "صفا" پہاڑی کے نزدیک واقع تھا، ایک روز نبی کریم ﷺ یہاں سے گذر رہے تھے کہ ابوجہل سے سامنا ہوگیا اور وہ راستہ روک کر حسب عادت حضور ﷺ کو برُا بھلا کہنے لگا۔ آپ کی اور دین اسلام کی (معاذ اللہ) توہین اور برُائیاں بیان کرتا رہا، آپ ﷺ نہایت صبر واستقلال سے ابوجہل کے نازیبا اور انتہائی سخت وسست کلمات سنتے رہے اور آپ ﷺ نے جواب میں کوئی بات نہ کہی، اس پر وہ مزید جھلا گیا اور آپ ﷺ کے قریب آکر آپ ﷺ پر ہاتھ اٹھایا لیکن مار نہیں سکا۔ یہ واقعہ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے دیکھا وہ "صفا" کے نزدیک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مکان کے ساتھ کھڑی تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار پر گئے ہوئے تھے، اسی اثناء میں واپس لوٹے، تو آلات حرب کے ساتھ شکاری لباس میں تھے، عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے یہ واقعہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو

بیان کیا اپنے عزیز بھتیجے کی توہین کا سنتے ہی آگ بگولہ ہوگئے اور اسی طیش کے عالم میں ابوجہل کو ڈھونڈتے ہوئے اس کے پاس گئے وہ قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا تھا۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ابوجہل کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور نہایت سختی سے پیش آئے۔ اپنی کمان سے اس کو مارا اور لہولہان کر دیا، بعض لوگوں نے ابوجہل کو بچانے کی کوشش کی لیکن ابوجہل کی ریشہ دوانیوں سے وہ بھی واقف تھے کہ وہ ایسی چھیڑ چھاڑ کیوں کرتا ہے؟ دوسرے حضرت حمزہ ؓ کے اشتعال کو دیکھ کر کوئی قریب نہیں آیا۔ ازاں بعد، حضرت حمزہ ؓ، پیارے آقا ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے میرے برادر زادے! مجھے جب پتہ چلا کہ ابوجہل نے تمہارے ساتھ آج یہ زیادتی کی ہے تو دیکھو میں نے تم سے تصدیق نہیں کی بس لونڈی سے سنا اور تمہاری محبت میں جا کر تمہارے دشمن ابوجہل کی درگت بنا کر اور سب کے سامنے اسے ذلیل کر کے آ رہا ہوں، اے میرے برادر زادے! کیا تم خوش نہیں ہوئے......؟ میں نے تمہارا بدلہ لے لیا ہے، اب مسکراؤ۔ اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا! اے میرے چچا! میں اس وقت خوش ہوں گا اور اس وقت مسکراؤں گا جب آپ میری محبت میں دین اسلام کو قبول کر لیں گے۔ حضرت حمزہ ؓ نے کہا کہ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ اور خوشی دیکھنے کے لیے دین اسلام قبول کرنا شرط ہے تو میں نے دین اسلام قبول کیا اور (ان شاء اللہ تعالیٰ) تاحیات اسی دین پر رہوں گا۔ اہل قریش کو حضرت حمزہ ؓ کے ایمان لانے پر بڑی تشویش لاحق ہوئی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب مسلمانوں کو تکلیف دینا آسان نہیں ہے۔

قبول اسلام کی انفرادیت پر نوری تبصرہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اکثر اصحاب کے قبول اسلام کے واقعات نہایت روح پرور اور ایمان افروز ہیں۔ کچھ ہدایت کے منتظر تھے لہٰذا ہدایت آئی تو مسلمان ہوگئے، کچھ معجزات دیکھ کر مسلمان ہوئے، کچھ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر مسلمان ہوئے، کچھ بشارتوں کو سن کر حصول جنت کے لیے مسلمان ہوئے، کچھ آپ ﷺ کے صادق و امین اور اولو العزم کردار کو دیکھ کر مسلمان ہوئے، کچھ آیات قرآنی کی تلاوت کا دل میں اثر پا کر مسلمان ہوئے۔ مگر اے شیر خدا، اے ضیغم رسول، اے شہیدوں کے سردار! آپ صرف اس لیے مسلمان ہوئے کہ آپ اپنے چہیتے بھتیجے کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھنا چاہتے تھے۔ ایمان لانے کے بعد پھر کبھی حضور ﷺ کو کبھی بھتیجا نہیں کہا بلکہ ہمیشہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) کہا۔

حضرت حمزہ ؓ اور ہجرت مدینہ:

اعلان نبوت کے پانچویں برس حضرت حمزہ ؓ ایمان لائے، پھر ہجرت مدینہ تک آپ کا قیام مکہ مکرمہ ہی میں رہا۔ اس دوران آپ کمزور مسلمانوں کو قریش کے شدائد و مصائب سے نجات دلانے میں مصروف رہے۔ حضور ﷺ کے چچا ہونے کے باوجود ہمیشہ حضور ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کرتے رہے۔ مکۃ المکرّمہ سے مسلمانوں کی بتدریج ہجرت کے موقع پر جب آقائے کائنات، افضل المخلوقات ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہ ؓ کو فرمایا۔ اے چچا! آپ بھی مدینہ ہجرت کیجئے، میں بعد میں آؤں گا، آپ کے ساتھ یہ میرا آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ اور ابومرثد کنان بن حصن غنوی جائیں گے آپ وادی قبا میں بنو

عمرو بن عوف میں کلثوم بن الہدم کے یہاں قیام کریں گے اور وہیں میرا انتظار کریں گے۔ رسول اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت حمزہ ؓ نے ہجرت کی اور حضرت کلثوم بن ہدم ؓ کے یہاں ہی مقیم رہے یہاں سے ذرا اِدھر اُدھر نہیں گئے، روزآنہ وادی قبا سے باہر نکل کر پہاڑوں پر چڑھ کر رسول اکرم ﷺ کا انتظار کرتے تھے۔

حضرت حمزہ ؓ اور قیام مدینہ منورہ:

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد ایک "میثاق مدینہ" تحریر کرایا، جس میں انصار و مہاجرین اور یہود کے حقوق کے شرائط تحریر کیے گئے تھے۔ اسی میثاق پر یہود کے نمائندگان نے بھی دستخط کیے تھے۔ سرداران قریش (مشرکین) کی طرف سے یہ خطرہ بہ دستور تھا کہ جو مسلمانوں کو تختۂ ستم بناتے تھے اور حبشہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو بھی بزور طاقت و سفارت مکہ واپس لانا چاہتے تھے، وہ کب یہ گوارا کریں گے کہ مسلمان آزادانہ اپنے دین کے احکام کے مطابق مدینہ منورہ میں زندگی گذاریں۔ لہٰذا پیارے آقا ﷺ ان کی منفی سرگرمیوں اور مکاریوں کی خبر گیری کے لیے ایک سراغ رسانی اور مدینہ منورہ کے نواح میں پہرہ داری کا نظام وضع فرمایا جس کے تحت پہرہ داری کی رضا کارانہ ذمہ داری حضرت سید الشہداء حمزہ ؓ نے لے رکھی تھی۔ سرحدوں کی نگرانی کا یہ عمل حضرت حمزہ ؓ اپنے ہمراہ تیس سواروں کے ذریعے کرتے تھے اور کبھی کبھی گشت کرتے کرتے سیف البحر، ابوائ شریف اور بدر شریف تک جاتے تھے۔ اس پہرہ داری کے عمل سے ایک بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ نواحی و مضافاتی بستیوں کے بدو قبائل سے امن معاہدات قائم ہوئے۔

غزوۂ ابوا اور حضرت حمزہ ؓ:

آیات جہاد کا نزول سن ۲ھ/۶۲۳ء میں ہوا، ماہ صفر ۲ھ میں نبی کریم ﷺ دوسو اصحاب کے ہمراہ قریش و بنوضمرہ پر حملہ کرنے کے لیے نکلے، مدینہ شریف میں حضرت سعد بن عبادہ ؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا، لشکر اسلام کا پرچم حضرت حمزہ ؓ کے ہاتھ میں اپنے دست مبارک سے دیا۔ جب آپ مقام ودان اور ابوائ پہنچے تو اہل قریش تو نہ ملے البتہ بنوضمرہ بن عبدمناف بن کنانہ کے سردار سے مڈھ بھیڑ ہوگئی، آپ ﷺ نے اس سے اس کی قوم کی طرف سے عہد کرنے کے لیے فرمایا......! اس نے بموجب ارشاد والا آپ ﷺ سے عہد و اقرار کیا۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ لڑائی نہیں ہوئی مگر یہ پہلا غزوہ ہے اور اس پہلے اسلامی لشکر کے علمبردار حضرت سید الشہداء ؓ تھے۔

غزوۂ بواط:

ماہ ربیع الثانی میں آپ ﷺ کو الہام الٰہی ہوا کہ تقریباً ڈھائی ہزار اہل قریش کا قافلہ جس میں امیہ بن خلف اور سو آدمی قریش کے ہیں مکہ کی طرف جا رہا ہے لہٰذا بحکم باری تعالیٰ اس کے محبوب مکرم ﷺ اس قافلے کو روکنے اور اس سے مقابلہ کرنے کے لیے مدینہ منورہ میں حضرت سائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنا قائم مقام حکمران (طبری کی روایت میں حضرت سعد بن معاذ ؓ کا نام ہے) مقرر فرما کر اسلامی پرچم اپنے دست مبارک سے پھر حضرت حمزہ ؓ کو عطا فرمایا۔ آپ ﷺ کے مقام بواط تک پہنچنے سے پہلے ہی قافلہ قریش وہاں سے جا چکا تھا لہٰذا جنگ کے بغیر واپسی ہوئی۔

غزوۂ عشیرہ:

ماہ جمادی الاول سن ۲ھ میں رسول اکرم ﷺ پھر قریش سے جہاد کے لیے روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ میں حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ سیاہ رنگ کا اسلامی پرچم حضرت حمزہ ؓ کو عطا فرمایا۔ مدینہ سے نکل کر رسول اکرم ﷺ عام راستہ ایک طرف چھوڑ کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ بنو دینار کے عقب سے گذر کرتے ہوئے فیفاء خبار، مجتمع الضبوعہ میں قیام کیا، چاہ الضبوعہ سے پانی پیا، پھر صحیرات یمام پہنچے اور پھر ینبوع سے آگے "عشیرہ" میں قیام فرمایا۔ یہاں جمادی الاول کے آخری ایام اور جمادی الثانی کے ابتدائی ایام تک مقیم رہے، بنو مدلج سے عہد و پیمان لے کر بغیر لڑائی مدینہ میں مراجعت فرمائی، اسی غزوہ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ابوتراب کی کنیت سے یاد فرمایا۔

غزوۂ بدرالکبریٰ اور حضرت حمزہ ؓ:

رسول اکرم ﷺ کو جب قریش کے ایک ہزار کے لشکر کے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے باہر نکل کر ان کا راستہ روک کر لڑائی کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار کو جمع فرما کر ان سے مشورہ کیا۔ مہاجرین میں سے حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت سعد بن ابی وقاص اور سید الشہداء حضرت حمزہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے بسر و چشم ہر حکم کے بجالانے کا اقرار کیا۔ پھر انصار کی طرف سے حضرت سعد بن معاذ ؓ نے عرض کیا! "یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! ہم نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ہے، اگر آپ دریا میں کود جانے کے لیے حکم فرمائیں گے تو ہم اس میں بھی غوطہ لگانے کو تیار ہیں، ہم آپ کے امتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امتی نہیں ہیں کہ

یہ کہہ دیں کہ جایئے آپ اور آپ کا خدا دشمنوں سے لڑیں۔ آپ اللہ کے نام پر ہمارے ساتھ چلیے ہم ساتھ چھوڑنے والوں میں نہیں ہیں"۔

حبیب خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "تم لوگوں کو بشارت ہو، اللہ جل شانہ نے مجھ سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے"

نبی کریم ﷺ ۸، ۹ یا ۱۰ رمضان سن ۲ھ مدینہ سے بدر کی طرف روانہ ہوئے آپ کے ہمراہ تین سو تیرہ مجاہد صحابہ تھے، مدینہ میں حضرت عمرو بن ام مکتوم ؓ کو نماز کے لیے مقرر فرمایا۔ راستہ میں مقام روحاء میں پہنچ کر حضرت ابولبابہ ؓ کو قائم مقام حاکم مقرر فرما کر واپس کیا۔ حضرت عثمان غنی ؓ کو ان کی اہلیہ اور اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کے لیے مدینہ ہی میں پابند کیا۔ اس لشکر اسلامی میں تین پرچم تھے ایک پرچم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، دوسرا حضرت مصعب بن عمیر ؓ اور تیسرا حضرت سعد بن معاذ انصاری ؓ کو عطا فرمایا۔ غزوۂ بدر ۱۷ رمضان کو ہوا۔

لڑائی کا آغاز:

رسول اکرم، باعث ایجاد عالم ﷺ نے لشکر اسلام کی صفیں درست و مرتب فرمائیں اور مشرکین کے مقتل (یعنی قتل ہونے کی جگہ) کی بھی نشاندہی فرمائیں مشرکین کی جانب سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نکل کر میدان میں آئے اور للکار کر اپنے مقابل لڑنے والوں کو طلب کیا۔ حضور ﷺ کی اجازت سے حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم مقابلے کے لیے نکلے۔ حضرت حمزہ ؓ نے ایک ہی بھرپور وار میں شیبہ کو واصل جہنم کیا، حضرت علی ؓ نے ولید بن عتبہ کو قتل کیا، عتبہ بن ربیعہ نے حضرت عبیدہ ؓ پر ایسا وار کیا جس کے نتیجے

میں ان کے دونوں پیر کٹ گئے، یہ ملاحظہ فرما کر حضرت حمزہ ؓ نے عتبہ بن ربیعہ کو بھی واصل جہنم کیا اور طعیمہ بن عدی، حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب کو بھی قتل کیا۔

حضرت حمزہ ؓ اور دیگر غزوات:

حضرت حمزہ ؓ نے "غزوۂ کدر" شوال ۲ھ، "غزوۂ بنوقینقاع" شوال ۲ھ، (لشکر اسلامی کا پرچم حضرت حمزہ ؓ کے ہاتھ میں تھا) "غزوۂ سویق" ذی الحجہ ۲ ھ، اور غزوۂ نجران، محرم ۳ھ پھر ربیع الثانی تا جمادی الثانی (دو مرتبہ اس غزوہ کا انعقاد ہوا مگر لڑائی نہیں ہوئی) ان غزوات میں سید الشہداء حضرت حمزہ ؓ اپنے آقا حضور ﷺ کے ہمراہ رہے اور ہمیشہ اطاعت کا پیکر رہے۔

غزوۂ احد اور حضرت حمزہ ؓ:۔

شوال کی چودہ اور پندرہ تاریخ کو اسلام اور کفر کا دوسرا بڑا معرکہ (جسے ''غزوہ اُحد'' کہتے ہیں) ۳ ہجری میں پیش آیا۔ امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کی قیادت میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان جبل اُحد کے نیچے میدان میں صف آراء ہوئے۔ اسلامی افواج سات سو سے کم افراد پر مشتمل تھی جبکہ مشرکین کی تعداد تین ہزار ۳۰۰۰ تھی۔ اس غزوہ میں حضور ﷺ کے کئی معجزات کا ظہور ہوا۔ بعض اصحاب کے پاس تلوار نہ تھی تو آپ نے کھجور کی شاخ عطا کر دی جو تلوار بن گئی۔ زخمی اصحاب کے زخم آپ ﷺ کے ''لعابِ دہن مبارک'' لگانے سے اچھے ہو گئے۔

انسانیت کو ان سے ملا نسخۂ شفاء　　　تریاق کے عجیب خزانے بدن میں تھے
کیمسٹری کی تجربہ گاہوں میں بھی نہیں　　　اجزائے کیمیاء جو لعابِ دہن میں تھے

(خالد عرفان)

بعض اصحاب کو ''خاکِ شفاء'' (یعنی مدینہ منورۃ کی مٹی) زخموں پر لگوادی تو سارے زخم اچھے ہو گئے۔

اس غزوہ میں تین سو منافقین اپنے سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول کے ہمراہ شرکاءِ جنگ میں شامل تھے پھر راستے سے الگ ہو گئے۔ یہودیوں کا کردار بھی مکروہ تھا کہ انہوں نے خود مشرکین کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی۔

میدان جنگ کا نقشہ اور آغازِ جنگ:

نبی کریم ﷺ چودہ شوال کی سہ پہر مدینہ منورہ سے نکل کر تین میل کے فاصلہ پر اُحد کے میدان میں خیمہ زن ہو گئے۔ چونکہ شام ہو گئی تھی اس لئے طرفین سے کوئی مقابلہ کیلئے آمادہ نہ ہوا۔ آپ ﷺ نے احد کی پہاڑی کو پس پشت رکھ کر اپنا کیمپ قائم فرمایا۔ اگلے روز ۱۵ شوال لڑائی سے قبل جبل اُحد کی ایک گھاٹی (چھوٹی پہاڑی جس کا نام جبل الرماۃ ہے) پر پچاس تیر اندازوں کا دستہ حضرت عبداللہ بن جبیر انصاری ؓ کی سرکردگی میں تعینات فرما دیا اور حکم دیا کہ خواہ کوئی بھی حالت پیش آئے جبتک میں دوسرا حکم نہ دوں اپنے مقام کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ کیونکہ اس جگہ سے دشمن مسلمانوں پر عقب سے حملہ آور ہو سکتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ نبوت نے اس مقام کی اہمیت کو ملاحظہ فرما کر ہی تیر انداز اصحاب ؓ کو سخت حکم دیا تھا۔ جنگ کے میدان میں میمنہ (دائیں طرف) زبیر بن العوام ؓ اور دیگر اصحاب کو، میسرہ (بائیں طرف) حضرت منذر بن عمرو ؓ کو مامور فرمایا۔ اپنے چچا حضرت حمزہ ؓ کو مقدمۃ الجیش (یعنی میدانِ جنگ کے درمیان میں آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا دستہ) مقرر فرمایا۔ حضرت مصعب بن عُمیر ؓ کو علمبردار بنایا (یعنی پرچمِ اسلام انہیں دیا)۔

مشرکین و کفار کا تین ہزار تجربہ کار اور آلات حرب و دیگر ساز و سامان سے لیس لشکر جرار

ابوسفیان کی قیادت میں آیا تھا۔سات سو ان میں زرہ پوش جنگ آزمودہ لوگ تھے ان کے علاوہ دوسو گھوڑے تھے ان کے ساتھ پندرہ عورتیں بھی دف لیے ہوئے تھیں جو مقتولین بدر پر روتی اور ان کو لڑائی پر ابھارتی اور غیرت دلاتی تھیں،قریش کی افواج میں میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابوجہل متعین تھے۔جبکہ مسلمانوں کی عسکری قوتِ افرادی میں پندرہ سال کی عمر تک کے لڑکے شامل تھے۔گھوڑے،تلواریں اور دیگر آلاتِ حرب نہ ہونے کے برابر تھے۔ دونوں افواج کا موازنہ کیا جائے تو مسلمان سوائے غلامیِ رسول کا اعزاز (ایمانی استقامت) رکھنے میں ممتاز تھے وگرنہ ہر اعتبار سے کُفار کے مقابلہ میں چوتھائی سے بھی کم تھے۔آغازِ جنگ میں مشرکین کی طرف سے چند جنگجو بہادر حملہ آور ہوئے، حضرت حمزہ ؓ،حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت ابودجانہ ؓ نے مقابلہ کیا اور ان کو تہہ تیغ کیا۔

حضرت حمزہ ؓ کی شہادت:

نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہ ؓ کو مقدمۃ الجیش کا سالار بنا کر فرمایا چچا آپ نے بس اگلی صفوں میں اور آگے بڑھ کر ہی حملہ کرنا ہے چنانچہ حضرت حمزہ ؓ نے حملہ کر کے مشرکین کے علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ کو قتل کیا۔آپ نے دو دستی تلوار چلاتے ہوئے مشرکین کی صفوں میں انتشار پیدا کر دیا۔ان کی صفیں درہم برہم ہوگئیں۔آپ مشرکین کی صفوں میں آگے نکل گئے۔قریش کے بارہ علمبرداروں میں سے طلحہ،ارطاۃ بن عبدشرجیل،سباع بن عبد العزیٰ خزاعی کو بھی حضرت حمزہ ؓ نے قتل کیا۔مشرکین کے لشکر میں وحشی بن حرب صرف اس مقصد سے آیا تھا کہ اس نے حضرت حمزہ ؓ کو شہید کرنا ہے۔یہ قوم کا حبشی جبیر بن مطعم کا غلام تھا جس وقت قریش مکہ جنگ کے ارادے سے مدینہ روانہ ہونے لگے جبیر ابن مطعم نے

وحشی کو بلایا اور کہا کہ اگر تو حمزہ کو میرے چچا طعیمہ بن عدی جو بدر میں قتل ہوا تھا کے بدلے میں قتل کرے گا تو میں تجھ کو آزاد کر دوں گا وحشی اس اقرار اور وعدہ پر روانہ ہوا تھا۔ہند بنتِ عتبہ (زوجہ ابوسفیان) نے بھی حضرت حمزہ کو شہید کرنے کیلئے اسے انعام کا لالچ دیا تھا۔لہٰذا جب اُس نے حضرت حمزہ ؓ کو آگے اپنی صفوں میں دیکھا تو ایک بڑے پتھر کی آڑ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔جیسے ہی حضرت حمزہ ؓ قریب ہوئے تو اس نے آپ کی بے خبری میں پتھر کے پیچھے سے نشانہ لے کر حربہ (یعنی چھوٹا نیزہ) پوری قوت سے پھینکا،جو حضرت حمزہ ؓ کے بائیں پہلو (یعنی دل کے قریب) جسم میں داخل ہو گیا۔وار انتہائی شدید تھا مزید یہ کہ دوسرے مشرکین بھی حملہ آور ہو گئے نیز آپ گر جانے کی وجہ سے مشرکین کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی زد میں بھی آ گئے۔مسلمانوں کی صفوں سے دور تھے یہ ممکن نہ تھا کہ زخمی حالت میں مسلمان آپ کو یہاں سے نکال لیں، جبکہ گھمسان کی جنگ ہو رہی ہو۔آپ کے قریب صرف حضرت حنظلہ (غسیل الملائکہ) تھے جبکہ وہ بھی شہید ہو گئے۔حضرت حمزہ کو شہید کرنے کے بعد وحشی نے خوشی کا اظہار نعرے لگا لگا کر کیا اور ہند بنت عتبہ کو اطلاع دی،ہند نے حضرت حمزہ ؓ کے جسم اقدس کو چیر کر آپ ؓ کے اعضاء نکال کر چبا ڈالے، یہ جوشِ انتقام اس لئے تھا کہ حضرت حمزہ ؓ نے غزوہ بدر میں اس عورت کے باپ کو قتل کیا تھا۔(واضح رہے کہ فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان،ان کی اہلیہ اور وحشی تینوں مسلمان ہو گئے تھے۔

حضرت حمزہ ؓ کی فضیلت:

حضور ﷺ نے چچا کی لاش دیکھ کر فرمایا کہ یہ سید الشہداء (شہیدوں کے سردار) ہیں۔ اس غزوہ میں ۶۵ انصار اور پانچ مہاجر شہید ہوئے لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ستر ۷۰ مرتبہ علیحدہ علیحدہ نماز جنازہ ادا کی اور ہر شہید کے جنازے کے ساتھ حضرت حمزہ ؓ کا

جنازہ بھی رکھتے اس طرح حضرت حمزہ ؓ کی نماز جنازہ ستر ۷۰ مرتبہ ادا ہوئی۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام اہل مدینہ کو خود حکم دیا کہ میرے چچا کی شہادت پر گریہ کرو اور سوگ مناؤ۔ اہل مدینہ کو کہا کہ اپنی عورتوں کو میرے چچا کے گھر بھیجو مدینہ کی تمام عورتیں حضرت حمزہ ؓ کے گھر جمع ہوئیں اور گریہ وزاری کی۔حضور ﷺ ہمیشہ ہر سال پابندی سے حضرت حمزہ کے مزار اور دیگر شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے۔ حجۃ الوداع کیلئے روانہ ہونے سے پہلے بھی گئے اور واپسی پر جب آپ جبل اُحد حضرت حمزہ ؓ کے مزار پر تشریف لائے تو ایک مرتبہ پھر آپ نے نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

ساتویں صدی ہجری کے مجدد حضرت امام تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ شفاء السقام میں تحریر فرماتے ہیں کہ "جب حضرت امیر معاویہ ؓ اپنی امارت کے زمانہ میں شہداء احد کے قریب سے نہر کھدوا رہے تھے تو مزدوروں کی ایک کدال قبر انور کے اندر حضرت حمزہ ؓ کے قدم مبارک پر لگی جس سے ان کے قدم مبارک سے خون جاری ہو گیا یہ واقعہ غزوۂ احد کے چالیس برس بعد کا ہے۔

حکم رسول ﷺ اور شہدائے احد:

حضرت ابی فروہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہدائے احد کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا "اے میرے رب! تو ہی عبادت کا مستحق ہے بلاشبہ تیرا یہ بندہ اور تیرا رسول گواہ ہے کہ یہ جماعت تیری رضا میں شہید ہوئی، جو شخص ان کی زیارت کرتا ہے اور ان کی خدمت میں سلام و تحیت عرض کرتا ہے یہ قیامت تک اسے جواب دیتے ہیں"۔

سماع موتی کی مثال:

عطاف بن خالد مخزومی اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ میں شہدائے احد کی زیارت کو گیا میرے ساتھ دو غلام تھے جو میرے گھوڑے کی حفاظت کرتے تھے ان کے سوا کوئی موجود نہیں تھا کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہوا تھا کہ انہیں سلام کرو یہ زندہ ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں تو میں نے سلام کیا اور سلام کا جواب بھی سنا پھر شہداء کی قبروں سے آواز آئی "بلاشبہ ہم تمہیں پہچانتے ہیں"۔اس پر میں ہیبت سے لرزہ براندام ہو کر گر پڑا پھر میں وہاں سے بہ عجلت روانہ ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کا رنج وغم،اشتعال اور سید الشہداء کا خطاب عطا فرمانا:

لڑائی کے بعد نبی کریم ﷺ اپنے چچا کی لاش پر کھڑے ہوئے افسوس کرتے رہے،ہندہ بنت عتبہ (زوجہ ابوسفیان) اور اس کی ساتھی عورتوں نے ان کا جگر نکال کر چبایا تھا، کان، ناک اور اعضائے رئیسہ بھی کاٹ ڈالے تھے اور یہ اعضاء اپنے ساتھ مکہ لے گئی تھی (عرب اس کو مثلہ کرنا کہتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا تو اپنے رخسار اور لب مبارک کا زخم بھول گئے،دندان مبارک کے مجروح ہونے پر مشرکین کو جو دعا دے رہے تھے "اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما کہ یہ مجھے جانتے نہیں ہیں"۔اب غم و غصہ کے عالم میں یہ فرما رہے ہیں کہ "میں قریش پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد ان میں سے تیس آدمیوں کا مثلہ کروں گا"۔آپ کی متابعت میں صحابہ کرام نے بھی یہی عہد کیا۔اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) اگر تم بدلہ لو تو اپنی ایذا کے برابر بدلہ لو اور اگر صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے لیے صبر سب سے اچھا ہے"۔اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے صبر کیا

اور آئندہ جنگوں میں مثلہ کرنے سے منع فرما دیا۔ آقائے کائنات ﷺ نے اپنے عم محترم کو سید الشہداء کا لقب عطا فرمایا۔

مشائخ طریقت خصوصاً قطبِ مدینہ حضرت شاہ ضیاء الدین قادری مدنی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ حضور کی بارگاہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا وسیلہ قبول ہوتا ہے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ روحانی طور پر مدینہ کے والی اور حاکم ہیں جبکہ مکۃ المکرّمہ میں روحانی طور پر حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ حاکم ہیں۔

محترم قارئین کرام!

صحابہ کرام خصوصاً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سیرت، فضائل اور عظیم کارناموں کا مطالعہ تاریخی اور سوانحی کتب میں کیجئے، اور ان مقدس شخصیات کی عکاسی کے لیے تشکیل پانے والے ڈراموں اور فلموں کے دیکھنے سے گریز کیجئے۔ کیونکہ اس طرح کی فلمیں اور ڈرامے دیکھنے کا ایک منفی پہلو یہ بھی ہے کہ پھر ان صحابہ کرام کا نام آتے ہی ذہن میں ان کرداروں کے خدوخال اور نقش و نگار و اشکال ابھرنے لگتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام کی شخصیات اپنے تعارف کے لیے ان کرداروں کی محتاج نہیں اور وہ ان کرداروں سے بلاشبہ کڑوروں، اربوں گنا افضل ہیں (بلکہ اس فلم دی میسج میں صحابہ کرام کا روپ دھارنے والے کردار تو ہیں بھی غیر مسلم جو کہ فی الواقع اگر اسلام قبول نہ کریں تو لائق نار جہنم ہیں)

ہر مسلمان خواہ وہ کسی بھی ادنی و اعلی طبقے سے تعلق رکھتا ہو وہ اپنی اسلامی و اخلاقی ذمہ داری کو محسوس کرے اور اپنے حلقہ احباب میں اس مذکورہ فلم کی مذمت کرے اور اگر اس کی پہنچ ارباب اختیار تک ہے تو وہ اپنی صدائے احتجاج سرکاری حلقے تک بھی پہنچائے اور اس مذموم فلم پر پابندی لگانے کے لیے اپنے حتی الامکان وسائل بروئے کار لائے تا کہ آنے والی نسلوں کی بہتر رہنمائی ہو سکے اور اسلامی اقدار کا تحفظ ممکن ہو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ

نامِ کتاب : سیرت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ احادیث میں نہ کہ فلم "The Message" میں

مصنف : مولانا نسیم احمد صدیقی نوری

ضخامت : 16 صفحات

تعداد : 1000

سن اشاعت : دسمبر 2005ء

☆☆☆ناشر☆☆☆

انجمن ضیائے طیبہ

فون 2437879-2473226-2473292